ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سعدیہ محسن ❁

''الزبیر'' کے خصوص شمارے ''غیر ملکی افسانہ نمبر'' کا تجزیاتی مطالعہ
(ابتدا سے ۱۹۹۰ء تک)

Analysis of *Al-Zubair*'s Special Issue *Foreign Fiction Number* (From beginning to 1990)

By *Sadia Mohsin, Lecturer, Department of Urdu, F. G. Inter Girls College, Karachi.*

ABSTRACT

Urdu literary journal play an important role in the promotion of urdu literature. *Al-Zubair* is a such general which plays also an important role to promote the urdu literature and research work. At a time, when special numbers were published in pakistan *Al-Zubair* also participated in this race and its *Foreign Fiction Number* was the best number. There was not original pieces of writing in it, but the translations also embraced many cultures of different countries. If it is compared with other magazines like *Nuqoosh* for having renowned story writers, but we will not ignore *Al-Zubair* Foreign legend Number importance. Therefore in the present age *Al-Zubair* services for progress and propagation of literature will be considered. *Foreign Fiction Number* have many short stories translated by Bahawalpur writers, its palied an important roll in this number. In these stories, shown many aspact of life and life style of other countries. In this article we discuss the importance of *Al-Zubair* and camparison with *Nuqoosh Fiction Number*.

Keywords: *Al-Zubair*, Foreign Fiction, *Nuqoosh*, Short Story, Translation.

ادبی رسائل نے ادب کی تحریکوں کو جنم دینے اور ادبی میلانات کو فروغ دینے میں مرکزی کردار ادا کیا

❁ لیکچرر، شعبۂ اردو، ایف جی انٹر گرلز کالج، کراچی کینٹ۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ہے۔ یہ رسائل بہت زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند میں اردو کے ادبی رسائل کا آغاز انیسویں صدی میں ہوا۔ بیسویں صدی ادبی رسائل کا ذرعی دور کہلاتا ہے۔ ان رسائل نے ادب کی ہر لحاظ سے نہ صرف خدمت کی بلکہ اصنافِ ادب کی آبیاری میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ ان رسائل کی وجہ سے تخلیق کاروں کو ترغیب ملتی اور وہ نئے اور منفرد موضوعات پر اپنی تخلیقات سامنے لاتے۔ اس حوالے سے افتخار امام صدیقی لکھتے ہیں:

> قلم کاروں کو تحریک و ترغیب دینا، انھیں دعوتِ نگارش دے کر نئے نئے موضوعات پر لکھوانا، اپنی ہر اشاعت میں متنوع مضامین نظم و نسب شائع کر کے قارئین کے ذوقِ مطالعہ ادب کو تازہ و بیدار کے ساتھ ساتھ قلم کاروں میں بھی خوب سے خوب تر کا جذبہ پیدا کرنے کا عمل ادبی رسائل کا مسلک رہا ہے۔ (۱)

اردو صحافت کا آغاز اخبار ''جامِ جہاں نما'' سے ہوا۔ یہ اخبار ۱۸۲۲ء میں کلکتہ سے شائع ہوا۔ بعد میں مولوی محمد باقر نے ''دہلی اردو اخبار'' دہلی سے جاری کیا۔ اردو کا پہلا ماہ نامہ ۱۸۳۷ء میں ''خیر خواہ ہند'' مشنری ضروریات کے تحت جاری کیا گیا۔ ۱۸۴۵ء میں ''گلدستہ''، ۱۸۵۹ء میں ''اودھ اخبار'' اور سرسید احمد خان کا رسالہ ''تہذیب الاخلاق'' ۱۸۷۰ء منشی سجاد حسین کا اخبار ''اودھ پنچ'' ۱۸۷۷ء، شیخ عبدالقادر کا ادبی رسالہ ''مخزن'' ۱۹۰۱ء، مولانا حسرت موہانی کا ''اردوئے معلیٰ'' ۱۹۰۳ء، دیا نرائن نگم کا ''زمانہ'' ۱۹۰۳ء، مولانا ابوالکلام کا ''الہلال'' اور ''البلاغ'' نے اردو صحافت کو بنیاد مہیا کی۔ ڈاکٹر عبداسلام خورشید اپنی کتاب ''داستانِ صحافت'' میں رقم طراز ہیں:

> برصغیر کی اردو اور اسلامی صحافت میں ان رسائل کو ایک سنگِ میل کی حیثیت دی ہے۔ (۲)

اردو میں ادبی رسائل کا ایک سلسلہ شروع ہوا جس میں سیّد سلیمان نقوی ''معارف'' ۱۹۱۶ء، نیاز فتح پوری ''نگار'' ۱۹۲۲ء، حکیم یوسف حسن ''نیرنگِ خیال'' ۱۹۲۹ء، مولانا تاجور نجیب آبادی ''ادبی دنیا''، شاہد احمد دہلوی ''ساقی'' ۱۹۳۰ء، میاں بشیر احمد ''ہمایوں'' ۱۹۲۲ء، چوہدری برکت علی ''ادبِ لطیف'' ۱۹۳۶ء اور صہبا لکھنوی ''افکار'' ۱۹۴۵ء نے اہم کردار ادا کیا۔ ان رسائل نے اپنی اپنی جگہ پر اپنی اہمیت کو تسلیم کروانے کے لیے خصوصی نمبر جاری کیے۔ ان خصوصی شماروں میں ''نگار'' کے ''اصنافِ شاعری'' اور ''غالب نمبر''، ادبی دنیا کے ''اقبال'' اور ''کشمیر نمبر''، ادبِ لطیف کے ''گولڈن جیولری'' اور ''فیض نمبر''، ''افکار'' کے ''فیض، ندیم، علی سردار جعفری، افسانہ، منٹو، غالب نمبر'' خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اسی طرح ''ماہِ نو'' کا چالیس سالہ انتخاب نمبر اپنی مثال آپ ہے۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

> اس نے پاکستان کے تمام علاقائی امور، ادب، زبان، ثقافت، فنون، تاریخ، جغرافیہ، معاشرت سے متعلق مواد شائع ہونے کے علاوہ پاکستانی ادب پاکستان کی قومی شخصیتوں تحریکِ پاکستان اور دوسرے قومی مسائل کے بارے میں بھی مفید مضامین و مقالات چھپتے ہیں۔(۳)

اگر ہم اردو میں شائع ہونے والے ادبی رسائل کی صورتحال دیکھیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد ادبی رسائل نے خاص اہمیت حاصل کی۔ ان میں احمد ندیم قاسمی کا ''فنون'' جو ۱۹۶۳ء میں لاہور سے شائع ہوا اور ڈاکٹر وزیر آغا کا ''اوراق'' جو ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا نے ادبی رسائل کو معتبر مقام عطا کیا۔ اس میں متعدد دیگر رسائل بھی شامل ہیں جن میں ''نقوش''، ''سویرا''، ''احساس''، ''اخبارِ اردو''، ''جریدہ''، ''سیپ''، ''داستان گو''، ''دستاویز''، ''قومی زبان''، ''محفل''، ''نردبان''، ''آئندہ''، ''مکالمہ'' اور ''الزبیر'' ناقابلِ فراموش ہیں۔ ان رسائل نے اپنی اپنی جگہ پر خصوصی شمارے شائع کیے جو کہ حوالے کی دستاویز بنے۔ ''الزبیر'' نے بھی خصوصی شمارے شائع کیے جنھیں بہت زیادہ سراہا گیا۔

غیر ملکی افسانے نمبر ۱۹۶۲ء

اردو زبان کا شمار دنیا کی بڑی زبانوں میں ہوتا ہے۔ اس زبان کو بجا طور پر لشکری زبان کہا گیا ہے کیوں کہ اس زبان میں دنیا بھر کی زبانوں کے اثرات و الفاظ دیکھے جا سکتے ہیں۔ ان زبانوں میں عربی اور فارسی کا کردار نمایاں ہے۔ اردو زبان جہاں الفاظ کو اپنے اندر ضم کرتی ہے وہاں دیگر زبانوں کی اصنافِ ادب سے استفادہ بھی کیا جن سے ان زبانوں کے ادب، رنگ اردو زبان و ادب پر گہرے اثرات بھی مرتب کیے ہیں۔ اردو زبان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے یورپ کی دیگر زبانوں کے ادبی ورثے سے بھی فائدہ حاصل کیا ہے۔ اس لیے آج اردو زبان میں صرف رومی و سعدی کی حکایات ہی نہیں بلکہ مختصر افسانہ، ناول، ناولٹ اور جدید نظم کا بھی وسیع سرمایہ موجود ہے۔ جب ہم مختصر افسانے یعنی شارٹ سٹوری کی بات کرتے ہیں تو اس صنف کی اردو زبان میں بہت ترقی و فروغ نظر آتا ہے۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ''الزبیر'' کا غیر ملکی افسانہ نمبر کی اشاعت ہے۔ ۱۹۶۲ء میں چھپنے والا یہ نمبر ''الزبیر'' کا پہلا خاص نمبر ہے۔ اس شمارے میں سولہ افسانے شامل کیے گئے ہیں۔ زیادہ تر کا تعلق انگریزی زبان سے ہے۔ یہ افسانے متعدد ممالک کی ثقافت، تمدن، طرزِ زندگی، فکری رجحانات، معاشی و معاشرتی زندگی اور فلسفہ حیات کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ مدیر رسالہ مسعود حسن شہاب نے ''حرفِ آغاز'' میں اس خاص نمبر کی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

خصوصیت و اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا ہے۔اس شمارے کی دو خصوصیات بیان کرتے ہوئے مدیر رسالہ کہتے ہیں کہ ان افسانوں کا چناؤ اور ترجمہ قارئین کے ذوق کے مطابق ہے اور دوسری بڑی خوبی جو اس نمبر میں پائی جاتی ہے وہ یہ کہ تمام مترجم ماسوائے ایک کے کا تعلق بہاول پور سے ہے۔

> یہ شمارہ ایک خاص نمبر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں عرب، چین، فرانس، لیام، پرتگال، امریکا، برطانیہ اور ایسے ہی دیگر متعدد ممالک کے افسانوں کے تراجم شامل کیے گئے ہیں۔(۴)

ان افسانوں میں پہلا افسانہ ''سرخ فتہ'' چینی زبان سے ماخوذ ہے۔اس کے مصنف ین یوتا تک اور مترجم مختار مسعود ہیں۔ یہ ایک روایتی سبق آموز کہانی ہے۔ یہ کہانی داستانی رنگ لیے ہوئے ہے جس طرح سے داستانوں میں کہانی کے مرکزی کردار غیر مرئی مخلوقات سے مڈبھڑ ہوتی ہے۔ایسی ہی کیفیت سے اس افسانے کا مرکزی کردار ''والی'' دو چار ہے۔ یہ کردار ایک اچھا انسان ہے اور شادی کے لیے ایک بہترین لڑکی کا متلاشی ہے مگر حسبِ منشا اسے وہ لڑکی نہیں ملتی۔ بار بار ناکامی کا منھ دیکھتا ہے۔ ایک صبح وہ سنگ سنگ کے گھر میں پان فیملی کی لڑکی سے شادی کے لیے ملنے جاتا ہے تو وہاں اس کی ملاقات حیران کن حد تک عجیب باتیں کرنے والے بزرگ سے ہوتی ہے۔اس نے بتایا کہ وہ زمین پر انسانی جوڑوں کو شادی کے بندھن میں باندھتا ہوں اور اس کا بندھا ہوا جوڑا ہر حال میں ملتا ہے۔ والی اپنے بارے میں پوچھتا ہے تو بزرگ نے بتایا کہ اس کی شادی تیرہ سال بعد ہوگی اور اس کی ہونے والی بیوی اس وقت تین برس کی ہے۔ والی کو یقین نہ آیا اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ اس بچی کو مار سکے مگر ناکام رہا اور سالوں کی تگ ودو کے بعد بالآخر ایسی لڑکی والی کا مقدر بنی اور والی کی بقیہ زندگی حیرانی اور احساس جرم میں بسر ہوئی۔

''ضلو اطرہ میں انسان اور حیوان کا آخری دنگل'' ایک پرتگالی زبان کا افسانہ ہے۔ مصنف جوعاوری بیلوداسلوی اور مترجم پروفیسر دلشاد کلانچوی ہیں۔ اس افسانے میں ایسے بادشاہ کی کہانی بیان کی گئی ہے جس کی زندگی کا مقصد ملک وقوم کی بہتری، خوشحالی نہیں بلکہ ہر لمحہ بدمست ہو کر رنگ رلیاں منانا ہے اور ''ضلو اطرہ'' وہ مقام ہے جہاں وہ انسان اور حیوان کا مقابلہ کرواتا۔مگر اس کا ایک وزیر ''مارکوئیس'' ان سب خرافات سے اپنی قوم کو بچانا چاہتا ہے۔ وہ صنعت وتجارت کو فروغ دے کر سلطنت کو مضبوط کرنے کا خواہاں ہے۔ وہ بادشاہ اور رعایا کی بے حسی پر کڑتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ اگر یہی صورت حال رہی تو ہسپانیہ جو پرتگال پر نظر جمائے بیٹھا ہے اسے نگل جائے گا۔مگر بادشاہ دام جوئے نوجوان لڑکوں کو سانڈے سے دنگل کروانے، انھیں مروانے اور جوش کے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

نشے میں مگن ہے۔ اس مقابلے میں ''مارکوئیس'' کا جواں سال بیٹا بھی مارا گیا اور اس غم میں نڈھال ہو کر ''مارکوئیس'' نے ایک ہی وار سے سانڈے کی گردن تن سے جدا کر دی۔ ہر طرف جوش و خروش اور تعریفی کلمات بلند ہو رہے تھے مگر وہ درد سے بھرا ہوا جا کر بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا!

> سرکارِ والا ہسپانیہ سے ہمارے جنگی حالات پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ کتنی خطرناک بات ہے کہ اس قسم کے وحشیانہ کاموں میں حضور کا وقت ضائع ہو اور حضور کے شرفا موت کے گھاٹ اتارے جائیں۔(۵)

یہ سن کر بادشاہ نے دنگل کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ دراصل یہ کہانی مسلمان حکمرانوں کی عیش پرستی اور نااندیشی کو بھرپور انداز میں بیان کرتی ہے جس کا خمیازہ آج بھی امتِ مسلمہ بھگت رہی ہے۔

''اعتراف'' فرانسیسی ادیب موپساں کا افسانہ ہے جس کا ترجمہ عبدالحمید ارشد نے کیا ہے۔ یہ افسانہ محبت میں حسد اور انتقام کی دل چسپ کہانی ہے۔ یہ افسانہ دو بہنوں کے گرد گھومتا ہے۔ بڑی بہن زین کے منگیتر سے چھوٹی بہن مارگریٹ محبت کرنے لگتی ہے اور محبوب کو پانے کا جنون لمحہ بہ لمحہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ جب کوئی تدبیر نظر نہ آئی تو مارگریٹ نے ہنری کو زہر دے دیا۔ وہ مجرم ہونے کے باوجود مطمئن تھی کہ اگر وہ اس کا نہیں بن سکا تو زین کا بھی نہیں رہا تھا۔ محبت میں ناکامی اور قتل کا احساس جرم ساری عمر اس کے ساتھ رہا۔ زین نے ساری زندگی شادی نہیں کی اور مارگریٹ نے بھی بہن کا ساتھ دیتے ہوئے غیر شادی شدہ رہ کر عمر گزار دی۔ یہ افسانہ محبت کی عجیب نفسیات پر مبنی ہے جس میں حاصل کرنا ہی محبت کی معراج ہے مگر مدتوں بعد جب مارگریٹ بستر مرگ پہ تھی تو اپنے گناہ کا اعتراف کرتی ہے کہ اس نے ہنری کا قتل کیا ہے۔ زین اپنی بہن کی باتیں سن کر حیران تھی اور مارگریٹ کی آخری سانسیں زین کی معافی کی طلب گار تھیں۔ اس افسانے میں جہاں محبت کے جذبات اپنے عروج پر دکھائے گئے ہیں اسی طرح جذبہ رقابت اور احساس گناہ بھی انتہاؤں کو چھوتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ مصنف نے محبت اور ملامت کی کیفیات کو خوب صورتی سے بیان کیا ہے۔

''موت کی ڈائری'' افسانہ ایڈویر کا ہے اس کا تعلق امریکا کی ریاست الاسکا سے ہے۔ اس افسانے کا ترجمہ شاہد چشتی نے کیا ہے۔ یہ کہانی بدگمانی و غلط فہمی کے زیرِ اثر جنم لینے والے حالات و واقعات کے گرد گھومتی ہے۔ اس افسانے میں مصنف نے دل چسپ انداز میں انسانی فطرت کی کمزوریوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کہانی کے تین مرکزی کردار ہیں۔ مسٹر نمسر بولٹن فارم کا مالک اس کی بیوی سارہ اور ملازم زیک بورن۔ مصنف کہتا ہے کہ بدگمانی شک اور غلط فہمی ایسے عناصر ہیں جو برسوں کے بنائے گئے تعلقات کے لیے زہر قاتل

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

ثابت ہوتے ہیں۔ ایسا ہی اس کہانی میں مسٹر نمسر بولٹن اپنے ملازم اور بیوی سارہ کی طرف سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ بدگمانی اسے اس ڈائری کو پڑھ کر ہوئی جو اس کے مطابق سارہ یا زیک نے تحریر کی تھی مگر درحقیقت یہ کام زیک کے دوست جیف کونگیٹ کا تھا اور اس نے ڈائری میں بہت سی ایسی باتیں درج کر دیں تھی جو مسٹر نمسر کو بدگمان کرنے کے لیے کافی تھیں۔ کہانی کے اختتام پر مسٹر نمسر کے سامنے ساری حقیقت کھل گئی اور اس بدگمانی پر نادم ہوا اور اس نے زیک سے درخواست کی۔

> کیا آپ غیر محدود مدت کے لیے میری ان املاک کی نگہبانی قبول کریں گے۔ میں آپ کی شرافت کا قائل ہو گیا ہوں اور میرے دل میں آپ کی عزت اور بڑھ گئی ہے۔(۶)

افسانہ ''مریخ کا استاذ'' بھی امریکی ادب سے تعلق رکھتا ہے جسے اینڈو بندر نے تحریر کیا ہے اور اس کا ترجمہ مفتاح الدین ظفر نے کیا ہے۔ اس افسانے کی ابتدا خوب صورت منظر نگاری سے ہوتی ہے۔

> شکاگو سے چلی ہوئی راکٹ ایکسپریس اسٹیشن پر آ کر رکی اور میں اپنے ڈبے سے باہر نکلا۔ موسمِ بہار کا ایک پر کیف دن تھا۔ انڈیانا کا حسین شہر امیکھر ٹ سورج کی سنہری شعاعوں سے جگمگا رہا تھا۔ میں خاموشی سے سایہ دار درختوں کے نیچے چل پڑا اور کالسن درسگاہ کی طرف رخ کیا۔(۷)

افسانے کی ابتدا ہی سے کسی آنے والے کی خبر ملتی ہے اور آنے والا کون ہے یہ سب کے لیے حیرانگی کی بات ہے۔ دراصل اس افسانے کی کہانی کا تانہ بانہ کائنات کے متعلق تخیلات پر بنایا گیا ہے۔ سائنسدان ابتدا ہی سے کائنات کے بارے میں جاننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ سائنسدانوں نے جب کرہ ارض کے باہر قدم نکالا تو اس سے بھی بہت پہلے کچھ افراد ایسے تھے جن کا تخیل ہر لمحہ وجود اور حقیقت کائنات کے بارے میں محوِ فکر تھا۔ یہ لوگ شعرا و ادبا کہلاتے ہیں جن کا تخیل اور مقیاسِ ذہانت عام انسانوں سے بہت بلند ہوتا ہے۔ اس افسانے میں تخیل سے پردہ اٹھانے کے لیے تخیل کا سہارا لیا گیا ہے۔ اسی تخیل کے پیشِ نظر مریخ پر رہنے والی مخلوق کا ایک فرد زمین پر استاد بن کر آتا ہے لیکن زمین پر ''من ظہرذ'' کا استقبال کچھ اچھا نہیں ہوا۔ وہ بچوں کو مریخی زبان اور بین السیادی تاریخ پڑھانے پر معمود ہوا تھا۔ مگر طلبہ کی طرف سے اسے سخت ناپسندیدگی اور نفرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مگر وہ ہر تنقید اور طنز کو خندہ پیشانی سے سہ جاتا ہے۔ اور اس برداشت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ طلبہ آہستہ آہستہ نہ صرف اس کی تدریس سے مطمئن ہوتے ہیں بلکہ ان کی نفرت بھی کم ہونے لگتی ہے اس کی وجہ وہ واقعہ بنا جب ''من ظہرذ'' نے اس لڑکے کے باپ کی جان بچائی جو اس سے سب سے زیادہ نفرت کرتا تھا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

''بندہ بے چارہ'' او ہنری کا افسانہ ہے جس کو ابنِ انشا نے ترجمہ کیا ہے۔ یہ ایک مختصر افسانہ ہے جس کا پلاٹ محدود اور کردار بہت کم ہیں۔ اس افسانے کی کہانی عام انسان کی کہانی ہے۔ خواہ اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی ملک سے ہو غربت و تنگدستی کے اثرات سب پر یکساں ہوتے ہیں۔ اس افسانے کا مرکزی کردار ''سوپی'' نامی ایک غریب و نادار شخص ہے جس کے پاس زندگی گزارنے کے وسائل نہیں ہیں نہ سر چھپانے کو چھت اور اوپر سے سردی کا موسم سر پر ہے۔ ''میڈیسن سکوئر'' میں شب بسری سردی میں ممکن نہیں اس لیے وہ اپنے لیے کوئی محفوظ اور گرم مقام تلاش کر رہا ہے۔ ہمیشہ کی طرح اس سال بھی وہ جیل میں ہی سرد موسم گزارنا چاہتا ہے مگر کوئی معقول وجہ ہاتھ نہیں آ رہی تھی۔ جیل جانے کا ایک دو بار موقعہ ملا مگر پولیس نے اسے بے گناہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ ہر ممکن حل سوچنے کے بعد اس نے گرجے گھر کا رخ کیا اور وہاں کے مقدس ماحول نے اس کے دل کو بدل دیا اور وہ سوچنے لگا کہ اب وہ محنت و مشقت کر کے عزت کی زندگی جیے گا مگر وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پولیس نے اسے آوارگی کے جرم میں گرفتار کر لیا۔ اسے تین ماہ قید ہوئی اس طرح اس کی سردیاں تو کٹ ہی گئیں مگر اس کا غربت سے فرار ممکن نہ ہوا۔ اس افسانے کے ذریعے مصنف نے ایک تلخ حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ غریب انسان ہر جگہ مسائل کا شکار ہوتا ہے۔

''مے خانے سے زندان کو'' مصطفیٰ لطفی کا افسانہ ہے جس کا تعلق عربی ادب سے ہے اور اس کا ترجمہ ابوعلی صدیقی نے کیا ہے۔ یہ ایک المیہ کہانی ہے۔ اس کہانی میں ایک نیک سیرت انسان کو بری صحبت کی نظر ہوتے اور گمراہیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اس افسانے میں افسانہ نگار نے اپنے قریبی دوست کا ذکر کیا ہے جو اس کے مطابق ایک مکمل اور باکمال انسان تھا۔ اس دوست سے اس کی ملاقات قاہرہ میں ہوئی۔ مصنف زندگی بھر کسی ایسے دوست کا منتظر تھا جو انسان کو انسان کی حیثیت سے قبول کرے۔ اسے مایہ و منصب کے حوالے سے نہ پرکھے اور کئی سال تنہا رہنے کے بعد اس کو وہ نایاب دوست مل گیا جو اس کے مطابق حسنِ اخلاق، سیرت و کردار اور پاکیزگی کا نمونہ تھا۔ مگر ابھی وہ صحبتِ یار سے لطف اندوز ہو ہی رہا تھا کہ اسے قاہرہ کو چھوڑنا پڑا مگر وہ اپنے دوست کو نہ بھول سکا اور متعدد سال بعد اس کے گھر گیا تو اس کی حیرانگی کی انتہا نہ تھی۔ کیوں کہ جس گھر میں انھوں نے معطر پاکیزہ شامیں بسر کیں تھیں آج اس کے گھر کا حال بدتر ہو چکا ہے۔ دوست کی بیوی نے اپنے شوہر کی گمراہی کی تمام داستان گوش گزار کر دی۔ جس کا افسانہ نگار کے دل پر گہرا اثر ہوا اور اس نے بوجھل دل کے ساتھ اپنے دوست سے ملاقات کی اور اپنے دوست کی بدحالی کو دیکھ کر وہ کہتا ہے۔

یہ سچ مشہور ہے کہ انسان کا چہرہ اس کے باطن کا آئینہ ہوتا ہے۔ باطن کی تاریکی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

سے چہرہ تاریک اور باطن کی روشنی سے ظاہر تابناک ہوتا ہے۔ آج میں نے
مشاہدہ کیا کہ انسانی چہرہ شب کی کس طرح غمازی کرتا ہے۔(۸)

افسانے کا اختتام مصنف نے انتہاہی کرب ناک حالت میں کیا ہے۔ دوست کی بیوی زچگی کی حالت میں مرگئی اور وہ خوفزہ ہوکر بھاگا تو اپنی نوزائیدہ بیٹی کو پہلی بار ہوش میں آکر حواس کھو بیٹھا۔ مصنف نے بے رحمانہ انداز سے معاشرے کی اس تلخ حقیقت کو بیان کیا ہے۔ بدبختی کی ایسی تصویر پیش کی ہے جو بے حد بھیانک ہے۔

''شامیون'' افسانے کا تعلق تھائی ادب سے ہے جس کو ''دیپ ماہایوآ'' نے تحریر کیا ہے اور اس کا ترجمہ شہاب دہلوی نے کیا ہے۔ یہ محبت کی لازوال داستان ہے۔ اس کہانی میں عورت کی بے مثال محبت اور مرد کی ازلی بے وفائی کو خوب صورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ افسانے کی مرکزی کردار شامیون کو اپنے باپ کے دشمن ''نائی آفسونے'' سے محبت ہوگئی جس کی سزا میں اسے پابہ زنجیر کردیا گیا مگر اس پائے استقلال میں کمی نہ آئی۔ وہ ہر حال میں اپنے محبوب کو پانا چاہتی تھی اس کی محبت میں شدت کے اضافے کے ساتھ ساتھ اس کی پابندیوں میں بھی اضافہ ہوگیا مگر لگن اور جستجو نے اسے ہارنے نہ دیا اور ایک رات وہ زنجیروں میں جکڑی ہوئی محبوب تک پہنچ گئی۔ افسانے کے اس مقام پر مصنف نے کمال مہارت سے ایسے حالات پیدا کیے جو بربادی کا باعث بنے اگرچہ یہ آفسونے بھی شامیون سے بہت محبت کرتا ہے مگر وہ شامیون کی جدائی کا غم غلط کرنے کے لیے مے نوشی اور عورت کا سہارا لیتا ہے۔ اس رات بھی شامیون اس کے بستر پر کسی اور عورت کو دیکھتی ہے تو الٹے قدموں واپس لوٹ جاتی ہے اور خود کو دریا برد کردیتی ہے۔ شامیون کی دردناک موت نے افسانے کا انجام اذیت ناک بنادیا ہے۔

''اشارہ'' اس شمارے میں شامل موپساں کا دوسرا افسانہ ہے جس کا ترجمہ سیّد تابش الوری نے کیا ہے۔ اس افسانے میں ایسے معاشرے کی عکاسی کی گئی ہے جہاں مرد و زن کا جنسی تعلق کوئی خاص معنی نہیں رکھتا۔ اس افسانے کا مرکزی کردار ایک خوب صورت لڑکی ''بیرونس'' ہے جو ہر طرح سے آسودہ زندگی بسر کررہی ہے۔ ایک صبح وہ پریشان حال اپنی دوست مارشنس کے گھر آپہنچتی ہے اور بتاتی ہے کہ کس طرح اس کے ہردم دید کے شوق نے اس کو پریشان کیا ہے۔ اس واقعہ کا آغاز پڑوس میں رہنے والی عورت کے کھڑکی میں بیٹھ کر راہ گیروں کو اشارے کرنے سے ہوتا ہے جو خاص مہارت سے مردوں کو پھانس لیا کرتی۔ اس کو دیکھ کر ''بیرونس'' کے دل میں اشارہ کرنے کا خیال آیا اور ایک خوب رو مرد اشارہ پاتے ہی گھر میں داخل ہوگیا۔ وہ بہت پریشان ہوئی لاکھ جان چھڑوانہ چاہی مگر وہ اپنا مقصد پورا کیے بغیر جانے والا نہ تھا۔ شوہر کی آمد کے خوف نے اسے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کردیا اور جاتے ہوئے دوسوبیس فرانک مینٹل پیس پر رکھ گیا جو بقول مارشنس بہت تھوڑے تھے۔ بیرونس کی

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

فکرمندی دیکھ کر اسے لیڈی مارشنس مشورہ دیتی ہے کہ وہ ان پیسوں سے اپنے شوہر کے لیے کوئی سستا سا تحفہ خرید دے۔ یہ افسانہ یورپی معاشرے کے جنسی زوال کی داستان پیش کرتا ہے جہاں جنسی تعلق جائز و ناجائز کی حدود سے بہت دور ہے۔

''عملی سبق'' انگریزی ادب کا افسانہ ہے جس کو ڈی۔ایچ۔ایم کول نے تحریر کیا ہے اور ترجمہ نگار سہیل اختر ہیں۔ یہ کہانی کارنس ریویرا ایکسپریس کے درجہ اول کے ڈبے سے شروع ہوتی ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار جوزف نیوٹن جرائم اور سراغ رسائی کی کہانیوں کا مصنف ہے۔ اس افسانے میں ایک نفسیاتی مریض نے مصنف کو ریل کے ڈبے میں قتل کر ڈالا۔ قاتل راڈک ایک نفسیاتی مریض ہے۔ اس نے نیوٹن کی کہانیوں کا بہت گہرائی سے مطالعہ کیا ہے۔ ایک ایک نقطے کو ناقدانہ انداز سے پرکھا ہے۔ وہ نیوٹن کو قتل کرنے کے عملی سبق سے روشناس کرانا چاہتا ہے۔ وہ نیوٹن کو نشہ آور سگریٹ پلا کر بے بس کر دیتا ہے اور ایک ہتھیار کی مدد سے اسے مار ڈالتا ہے اور وہ یہ سب اس لیے کرتا ہے کہ آئیندہ نیوٹن اپنے افسانوں میں قتل کے عملی طریقے بیان کر سکے۔ اس کی کہانی سادہ مگر دل چسپ قتل کی روداد کو بیان کر سکے۔ اگرچہ یہ قتل انتہائی مہارت سادگی سے کیا گیا تھا جس کا سراغ لگانا تقریباً ناممکن تھا مگر خفیہ معلومات اکٹھی کرنے والا آفیسر اس تک رسائی حاصل کر ہی لیتا ہے۔ وہ نفسیاتی حربہ استعمال کرتے ہوئے ایسے حالات پیدا کر دیتا ہے کہ واڈک پھر سے وہ عمل دہرانے کی کوشش کرتا ہے اور بے نقاب ہو جاتا ہے۔

''نکلنا خلا سے'' ایک اساطیری افسانہ ہے جس کو مارک ٹوئن نے تحریر کیا ہے اور ترجمہ عذرا مسعود نے کیا ہے۔ افسانوی ادب میں اساطیری عناصر کا بہت دخل رہا ہے کیوں کہ افسانہ داستان ہی کی مختصر ترین شکل ہے۔ اس لیے کچھ افسانوں میں یہ رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ اساطیری افسانے کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس مافوق الفطرت کردار، واقعات، دیوی دیوتاؤں اور جگہوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس افسانے میں مصنف نے بہت خوب صورتی کے ساتھ آدم وحوا کا جنت سے نکلنا بیان کیا ہے۔ افسانہ نگار نے آدم وحوا کو ایک خوب صورت لڑکے لڑکی کے روپ میں محو گفتگو دکھایا ہے۔ وہ دونوں نئی زندگی کی ابتدا کرتے ہوئے حسن، خوف، اخلاق، ابدی نیند اور غم جیسے لفظوں کے معنی ومفہوم پر الجھ رہے ہیں۔ ان کی پاکیزہ روحیں آنے والے طوفان سے بے خبر تھی۔ مصنف کہتا ہے:

> یہ تمام مثالیں جوان کی ننھی معصوم دنیا اور محدود تجربے سے باہر تھیں۔ وہ کیونکر انہیں بغیر جانے بوجھے اور آزمائے سمجھ سکتے!![۹]

حوا نے سیب کی جانب ہاتھ بڑھایا۔ اور اس کے بعد دکھ تکلیف، بھوک، ناداری، دل شکنی، آنسو اور شرم، حسد ورشک، بغض وکینہ، مایوسی و ناکامی اور موت کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

''خوگرِ حمد کی موت'' ٹی سی پارپو کی لکھی ہوئی کہانی ہے۔ اس کہانی کا تعلق امریکی ادب سے اور اس کا ترجمہ شاہد چشتی نے تحریر کیا ہے۔ یہ کہانی گرجا میں سریلی آواز میں حمد سرائی کرنے والوں کی ہے۔ شہر کے بڑے گرجے میں ایک طالُفہ سریلی آواز میں انجیل مقدس کے نغمات حمد وثنا پڑھنے پر معمور تھا اور لوگ جوق در جوق ان کی سریلی آواز سننے چلے آئے۔ دورانِ نغمہ سرائی ایک عمر رسیدہ شخص جس کو لوگ بھائی آئیر بولتے تھے۔ جوش وخروش میں اٹھا اور اپنی بھدی آواز میں گرجا کی محفل میں حمد وثنا شروع کردی جو حاضرین کو ناگوار گزری۔ لوگوں کے منع کرنے پر وہ آزودہ ہوا اور اس کا دل غم سے بھر گیا اور کہنے لگا۔ خدا بزرگ و برتر کو اس بے سرے بڈھے کی دل کی گہرائیوں سے نکلتی ہوئی حمد وثنا اس قدر پسند آئی کہ اس نے اسی کو اپنے پاس بلالیا۔

میں جب بھی اپنے دل کو حمد پر معمور پاتا ہوں تو حمدِ ربانی میرے دل سے خود بخود چھلکنے لگتی ہے۔ (۱۰)

افسانہ ''گریرسن کی بیٹی'' مشہور مصنف فالکنز کا تحریر کردہ ہے جس کا ترجمہ صدیق طاہر نے کیا ہے۔ گریرسن کی بیٹی ایک پراسرار اور دل چسپ کہانی ہے۔ یہ کہانی مرکزی کردار ''مئی ایمپلی'' کے گرد گھومتی ہے۔ اس نے اپنے باپ کی بہت خدمت کی جس وجہ سے اپنے اردگرد کے لوگوں میں قابلِ احترام سمجھی جاتی تھی۔ ایمپلی اپنی حویلی میں تنہا زندگی گزار رہی تھی۔ لوگوں کو اس سے بہت ہمدردی تھی۔ وہ اس کی تنہائی کو باٹنا چاہتے تھے مگر اس کا رویہ ہمیشہ لوگوں کے ساتھ اجنبیوں کا سا رہا۔ نہ وہ کسی سے ملتی ہے نہ کسی کو اپنے گھر آنے کی اجازت دیتی۔ قریبی رشتہ دار بھی اس سے ہمیشہ دور رہے۔ ایمپلی کی موت نے اس کی تنہائی اور قطعہ تعلقی کا راز کھول دیا۔ چوہتر سال کی عمر میں اس کی وفات ہوئی اور یہ پہلا موقع تھا کہ لوگ اس کے گھر داخل ہوئے تھے تو انھوں نے اس کی لاش کے علاوہ ایک شخص کی بوسیدہ لاش کے ڈھانچے کو دیکھا۔ یہ ڈھانچہ ایک حجلہ عروسی کے سجے سجائے بستر پر محبوب سے ہم آغوشی کی حالت میں سالوں سے پڑا تھا۔ وہ مردانہ سنگھار کیس بھی موجود تھا تو برسوں پہلے ایمپلی نے ہوم بیرن کے لیے بنوایا تھا۔ یہ تمام چیزیں اور دلخراش مناظر ایمپلی کی تنہائی، ذہنی اذیت اور محبت کا راز فاش کر رہے تھے۔

''ایک بچے کی کہانی'' جوزف ہارڈ نے تحریر کی ہے اور ترجمہ نورالزماں احمد اوج نے کیا ہے۔ یہ ایسے لڑکے کی ہے جو ذہنی طور پر نا آسودہ اور دوسرے بچوں سے مختلف ہے۔ وہ اس دنیا کے بارے میں گہری سوچ رکھتا ہے۔ وہ خدا کو دیکھنے، بچے کے پیدا ہونے، خوشی اور غم کے احساسات اور چاند ستاروں کے اسرار و رموز پر حیران ہوتا ہے۔ یہ افسانہ انسانی سوچ کے الجھاؤ کی عکاسی کرتا ہے۔ کہانی کا مرکزی کردار اینڈرلسن اپنے ہم عمر بچوں سے مختلف خیالات کا حامل ہے۔ جو واقعات دوسروں کے لیے بے ضرر اور غیر اہم ہوتے ہیں۔ وہ اس کے لیے سوچنے

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

کی نئی راہیں کھولتے چلے جاتے ہیں۔ یہ افسانہ انسانی زندگی کے ذہنی ارتقا کے ابتدائی مرحلے پر اس کی سوچوں کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ افسانہ شعوری تلازمہ خیال کی تکنیک پر لکھا گیا ہے۔ مصنف بہت حد تک اس تجربے میں کامیاب نظر آتا ہے۔

''ایثار'' نرگس کل کا انگریزی افسانہ ہے جس کا ترجمہ خالد مسعود نے کیا ہے۔ یہ کہانی ایک ایسے یتیم بچے کے گرد گھومتی ہے جسے زندگی نے سوائے نفرتوں کے کچھ نہیں دیا۔ اس کی سگی ماں بھی اس کے لیے کچھ نہ کر سکی۔ وہ جس کو سب گریگوری کہہ کر پکارتے تھے۔ ایک صابر اور ہمدرد بچہ تھا۔ اس کی ماں نے شادی کر لی مگر اس کا دوسرا باپ اس سے محبت نہ کر سکا اور ہمیشہ بدسلوکی کا نشانہ بنایا۔ پھر ایک دن ایسا ہوا کہ گریگوری کا سوتیلا بھائی برف کے طوفان میں پھنس گیا وہ گھر کا راستہ بھٹک چکا تھا۔ اس لمحہ جب کوئی اس کی مدد کو نہ آ سکا تو وہ گریگوری ہی تھا جس نے اپنی جان پر کھیل کر اس کی جان بچائی اور اس کی اسی قربانی اور ایثار کی وجہ سے وہ تمام تر نفرتیں محبت میں بدل گئیں جو وہ بچپن سے سہتا چلا آ رہا تھا۔

''الزبیر'' کے غیر ملکی افسانے نمبر کا آخری افسانہ ''مینا'' ایک چینی کہانی ہے۔ اس کے افسانہ نگار کا نام نہیں دیا گیا اور اس کا ترجمہ عبدالحمید ارشد نے کیا ہے۔ اس افسانے کے پسِ منظر میں جو زمانہ دکھایا گیا ہے وہ جنگ عظیم کا زمانہ ہے۔ جب جاپانی فوجوں نے ہر طرف ظلم و بربریت کا بازار گرم کر رکھا تھا چین کے علاقے پر ناجائز قبضہ جمایا ہوا تھا۔ لوگ ظلم کا شکار ہو رہے تھے۔ بستیوں کی بستیاں ویران ہو چکی تھیں اور کوئی مدد کرنے والا نہ تھا۔ ان حالات میں ایک بوڑھا اپنی دو جوان بیٹیوں کو لے کر گاؤں گاؤں بنجارا بن کے گھوم رہا تھا۔ اسے اپنی زندگی سے اپنی بیٹیوں گلشن اور بہار کی فکر تھی۔ تینوں باپ بیٹیاں گا بجا کر روزی کماتے مگر ان لڑکیوں کے خواب بہت روشن تھے۔ ان کی کوئی بڑی خواہش تو نہ تھی سوائے اس کے کہ وہ پڑھ لکھ سکیں۔ پورا ملک حالتِ جنگ میں تھا اور وہ بوڑھا جوان بیٹیوں کا بوجھ اٹھاتے اٹھاتے تھک چکا تھا۔ اس لیے اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی گلشن کو ایک بوڑھے زمیندار کے حوالے کر دیا۔ کہانی میں ایک کردار ایک ایسے نوجوان اجنبی کا ہے جو موت سے بچتا ہوا ان خانہ بدوشوں کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے مگر جب موت کا گھیرا تنگ ہوتے دیکھتا ہے تو اس کے اندر دشمن کا مقابلہ کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس افسانے کے ذریعے مصنف نے کرب ناک حالات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ ایک خاندان کی کہانی کے ذریعے جنگ کے نتائج کو واضح کیا ہے۔ یہ افسانہ مختلف انسانی نظریات و احساسات کی عکاسی کرتا ہے اور ایک خاص پیغام جو اس افسانے کے ذریعے دیا گیا ہے۔ وہ تعلیم حاصل کرتا ہے کیوں کہ مصنف جانتا ہے کہ معاشرے کی بھلائی کا راز تعلیم کے حصول میں پوشیدہ ہے۔

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

''الزبیر'' کے ''غیر ملکی افسانہ نمبر'' میں شامل سولہ افسانے اپنی نوعیت موضوع اور کردار نگاری کی وجہ سے بہت اہم ہیں۔ یہ انتخاب جن افسانوں پر مبنی ہے۔ ان میں چار کا انگریزی ادب سے دو فرانسیسی، چار امریکی اور ایک کا تعلق پرتگالی، عربی، سیالی اور ہنگری ادب سے ہے۔ ان افسانوں کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے ترجمہ نگاروں نے ادبی رنگ و انفرادیت کو مکمل طور پر قائم رکھا ہے۔ کسی بھی افسانے کو ترجمہ کرتے ہوئے ادبی معیار کو سامنے رکھا گیا ہے۔ یہ افسانے اردو زبان میں اس طرح رچ بس چکے ہیں کہ ترجمہ ہونے کا گمان نہیں گزرتا۔ ان افسانوں کے ذریعے دیگر ممالک کے رسم و رواج، رہن سہن، ثقافت و تمدن، جذبات و احساسات سے عام قاری کو واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ الزبیر کا غیر ملکی افسانہ نمبر اپنی نوعیت کا بہترین نمبر ہے جس نے ادب کے قارین کی بھرپور توجہ حاصل کی ہے۔

''الزبیر'' کے ''غیر ملکی افسانہ نمبر'' کا مختصر تعارف کروانے کی وجہ یہ رہی کہ بہاول پور سے نکلنے والا یہ رسالہ بہت سے قارئین کے لیے نیا ہو۔ چناں چہ اس کی اہمیت سے واقف کروانا میرا مطمعِ نظر ہے۔ ماضی سے حال تک کے اس سفر میں ملک بھر سے کئی ادبی رسائل کا اجرا ہوتا رہا جس نے ادب کی ترقی و ترویج میں قلید کا کردار ادا کیا۔ ان رسائل کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی رہا کہ انھوں نے خاص نمبر نکالے جو کہ بہت مقبول ہوئے۔ ان رسالوں میں فنون، نقوش، اور الزبیر بھی شامل ہے۔ غیر ملکی افسانہ نمبر بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ افسانہ کا ابتدائی دور تراجم پر مبنی تھا اور اس عہد میں تراجم بھی تیزی سے ہو رہے تھے ایسے میں یہ الزبیر کا کارنامہ ہی ہے کہ ''غیر ملکی افسانہ نمبر'' میں کئی زبانوں سے افسانے تراجم کئے گئے اور اہم بات یہ بھی رہی کہ سوائے چند افراد کے باقی مترجم بہاول پور سے تعلق رکھتے تھے۔ جس سے بہاول پور میں ادب شناسی اور علم دوستی کا پتا چلتا ہے۔ الزبیر کی کا اجرا اس لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کی اس نے بہاول پور میں ادبا و شعرا کو پلیٹ فارم دیا جس پر ان کی صلاحیتوں کو نکھرنے کا موقع ملا۔

اگر ''الزبیر'' کا ادبی رسالے نقوش سے سرسری تقابل کروایا جائے تو ہم اس بات سے کسی طور انکار نہیں کر سکتے کی نقوش کا اجرا بڑے شہر لاہور سے ہوا جس کی فضا ادیبوں کے لیے مانوس ہے۔ جہاں ''پاک ٹی ہاوس'' کی شامیں ادبی محفلوں سے سجائی جاتی ہیں۔ وہاں ادیبوں کی موجودگی اور رسالے کی پذیرائی پر کوئی تعجب نہیں۔ جیسا کہ نقوش کا ''افسانہ نمبر'' بہترین نمبر رہا جس میں کئی پائے کے افسانہ نگار نظر آتے ہیں ان میں قراۃ العین حیدر، مسعود مفتی، عصمت چغتائی، بانو قدسیہ جیسے بڑے نام شامل ہیں۔ یہ سب طبع زاد افسانے ہیں۔ لہٰذا ہم یہاں ''نقوش'' کی شہرت کی وجہ کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ وہاں ہر بڑا لکھاری نظر آ رہا ہے جس سنہ میں یہ نمبر ''نقوش''

ISSN: 2519-6332 (Print), ISSN: 2708-1915 (Online)

نے شائع کیا، یہ بہت بعد کا عرصہ تھا جب کہ ''الزبیر'' کا ''غیر ملکی افسانہ نمبر'' اس سے بہت پہلے شائع ہوا۔ اس لیے فرق بھی نظر آتا ہے۔ یہ فرق تراجم اور طبع زاد کا فرق واضح کرتا ہے۔ ایسے میں اس تقابل میں ہمیں ''الزبیر'' ادبی فضا کی حد اور محدود وسائل کی باوجود ایک خاص نمبر کے نکالنے اور مختلف غیر ملکی افسانوں کے تراجم کروانے پر اپنی جگہ بناتا نظر آتا ہے۔ ''نقوش'' کا افسانہ نمبر ۱۹۷۰ء کی دہائی کا ہے جبکہ ''الزبیر'' کا 'غیر ملکی افسانہ نمبر' ۱۹۶۰ء کی دہائی کا ہے۔ یہ سہرا بھی ''الزبیر'' کے سر جاتا ہے کی اس نے بہت پہلے ان اصناف کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے نا صرف ان پر کام کیا بلکہ اس کی ترویج اور اشاعت کو بھی فروغ دیا۔ یہاں یہ بات بھی بھلائی نہیں جا سکتی یہ تمام مترجم ماسوا چند کے زیادہ تر کا تعلق بہاول پور سے ہے چناں چہ ''الزبیر'' کی یہ تمام کاوش نا قابل فراموش ہیں۔

حواشی

۱۔ انور علی دہلوی (مرتب)، ''اردو صحافت''، (لاہور: بک ٹاک، ۱۹۹۱ء)، ص ۳۲۴
۲۔ ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ''داستانِ صحافت''، (لاہور: مکتبۂ کارواں، ۱۹۷۴ء)، ص ۹۳
۳۔ ڈاکٹر مسکین علی حجازی، ''پاکستان و ہند میں صحافت کی مختصر ترین تاریخ''، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)، ص ۴۷
۴۔ مسعود حسن شہاب، (مدیر)، ''الزبیر''، ''غیر ملکی افسانے نمبر''، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۶۲ء، ص ۵
۵۔ ایضاً، ص ۲۳
۶۔ ایضاً، ص ۵۷
۷۔ ایضاً، ص ۴۰
۸۔ ایضاً، ص ۶۹
۹۔ ایضاً، ص ۱۰۳
۱۰۔ ایضاً، ص ۱۰۶

مآخذ

۱۔ حجازی، مسکین علی، ڈاکٹر، ''پاکستان و ہند میں صحافت کی مختصر ترین تاریخ''، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)، ص ۴۷
۲۔ خورشید، عبدالسلام، ڈاکٹر، ''داستانِ صحافت''، لاہور: مکتبۂ کارواں، ۱۹۷۴ء
۳۔ دہلوی، انور علی (مرتب)، ''اردو صحافت''، لاہور: بک ٹاک، ۱۹۹۱ء

رسائل و جرائد

۱۔ ''الزبیر''، ''غیر ملکی افسانے نمبر''، اردو اکیڈمی، بہاول پور، ۱۹۶۲ء